آیت مبارکہ کے مخاطب بنی اسرائیل میں سے خصوصاً یہودِ مدینہ کے علماء ہیں، یہ لوگ اپنی قوم کے رئیس تھے، انہیں قومی اور دینی تقریبات میں بڑی مراعات حاصل تھیں۔ انہیں خطرہ تھا کہ وہ اسلام قبول کریں یا اپنی کتابوں میں موجود نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے اوصاف اور قرآن واسلام کی حقانیت بیان کریں تو یہ سارے مفادات ختم ہو جائیں گے۔

(وإيای فاتقون) یعنی دنیا اور اس کی خواہشات کی خاطر قرآن پاک اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کا انکار مت کرو اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔ یعنی ایمان لے آؤ، حق کی اتباع کرو اور دنیا کی عارضی نعمتوں کے دھوکے میں نہ پڑو۔

(فـاتـقـون) اللہ کی طرف سے کفار وفجار کے لیے تیار کردہ عذاب وعقاب سے اپنے آپ کو بچانے کا سامان اختیار کرنے کو ''تقویٰ'' کہا جاتا ہے، جس کی علماء نے مختلف تعریفات بیان کی ہیں۔ سب سے جامع تعریف حضرت طلق بن حبیب کی ہے: '' أن تعمل بطاعة الله رجاء رحمة الله علىٰ نور من الله، وأن تترک معصية الله مخافة عذاب الله علىٰ نور من الله '' یہاں تقویٰ کے دو پہلو بیان کیے گئے ہیں:

(۱) رحمت الٰہی کی امید رکھتے ہوئے اس کی شریعت سے ثابت تمام عبادات اور اطاعات کی بجا آوری۔

(۲) اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اس کی شریعت سے معلوم ساری منہیات اور محرمات سے مکمل اجتناب

(وإيـای فـاتـقـون) اس میں حصر اور تخصیص کا معنی پایا جاتا ہے۔ یعنی ''مجھ ہی سے ڈرتے رہو'' اس کی توضیح تین طریقوں سے ہوتی ہے جس کی تفصیل اس سے پہلی آیت کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ [ملاحظہ ہو التراث ۹/۳۳]

زیر درس آیت کے آخر میں اللہ نے فرمایا (إيـای فـاتقون) جبکہ گزشتہ آیت کے آخر میں (وإيـای فارهبون) فرمایا تھا۔ اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ گزشتہ آیت عالم اور ان پڑھ دونوں کو مخاطب کرتی ہے، اس لئے ''رھبت'' سے تعبیر کی، کیونکہ رھبت تقرب الٰہی حاصل کرنے کا ابتدائی مرحلہ ہے اور دوسری کا خطاب چونکہ صرف علماء سے ہے، اس لئے اس میں تقرب کے انتہائی مقام یعنی تقویٰ کا ذکر کیا۔ اور (إيـای فـارهبون) میں شریعت پر عمل پیرا ہونے کا حکم اور شریعت کی مخالفت سے منع کیا گیا ہے۔ جبکہ (وإيـای فـاتـقـون) میں شریعت کے ساتھ التزام اختیار کرنے کا حکم اور اوامر ونواہی دونوں میں مخالفت سے منع ہے۔ دونوں اعتبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ (و إيـای فـاتـقـون) میں زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

[تفسير الطبری ، القرطبی ، تفسير ابن كثير ، الشوكانی ، البيضاوی ، التفسير الصحيح ، السعدی ، تفسير ابن العثيمين ، احسن البيان ، تيسير الرحمن للدكتور لقمان سلفی ، الفرقان فی تفسير القرآن]

درس حدیث

صف کے پیچھے اکیلے آدمی کی نماز

محمد علی زاہد نکوی

قال أبو داؤد حدثنا شعبة قال حد ثنا عمرو بن مرة قال سمعت هلال بن يساف قال: سمعت عمر بن راشد عن وابصة بن مغبد ﷺ " أن النبي ﷺ رأى رجلا يصلى خلف الصف وحده فأمره أن يعيد الصلاة" رواه ابو داؤد وزاد الطبرانی: **"ألا دخلت معهم أو اجتررت رجلا !!"**

ترجمہ: ''حضرت وابصہ بن معبد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نظر ایک ایسے آدمی پر پڑی جو صف کے پیچھے تنہا کھڑا نماز پڑھ رہا تھا، آپ ﷺ نے اسے نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا۔'' نیز یہ بھی روایت ہے:'' تو کیوں ان کے ساتھ صف میں شامل نہ ہوا یا کسی کو کھینچ لیتا!!''

حدیث کی تخریج اور سند پر بحث:

رواه أبوداؤد في باب الرجل يصلى خلف الصف وحده ص ١٠٦ ،والترمذى فى باب الصلاة خلف الصف ص ٣١ ،ورواه ايضاً عن حصين عن هلال بن يساف، كذا اخرجه ابن ماجه فى باب الرجل يصلى خلف الصف وحده ص ٧١، و رواه احمد فى المسند ٤/٢٢٧ ،والطبرانى فى الاوسط ٣/١٠٤ ،وابن حبان فى الإمامة باب ٤٨ ح٢١٩٩، أبو داؤد الطيالسى ح١٢٠١، سنن الدارمى ١/٣٣٣، المحلى ٤/ ٥٢۔

بعض روایات میں **عمر بن راشد** کی جگہ **عمرو** ہے، جسے ابن حجر نے وہم قرار دیا ہے۔[تقريب]

لیکن البانیؒ نے **عمرو بن راشد** ہی لکھا ہے۔[ارواء الغليل]

حکم الحدیث: یہ حدیث عمرو بن مرۃ سے درج ذیل تین مختلف طرق سے مروی ہے۔ اس اختلاف کی بنیاد پر امام ترمذی اور ابن عبد البر اسے مضطرب خیال کرتے ہیں:

۱۔ **هلال بن يساف عن عمرو بن راشد عن وابصة ......**

۲۔ **هلال بن يساف عن زياد بن أبى الجعد عن وابصة بن معبد۔**

۳۔ **عن هلال بن يساف عن وابصة بن معبد۔**[نصب الراية ٢/٣٨]

ابن سید الناس: اضطراب کی یہ نوعیت صحت حدیث کے لیے ضرر رساں نہیں۔[نيل الأوطار]

البانی: حدیث صحیح ہے۔وقوع اضطراب کا دعویٰ غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔سند حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں،سوائے عمرو بن راشد کے،اس کے مجہول العدالۃ ہونے کے باوجود شواہد کے ذریعے حدیث صحیح ہے۔نیز شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے سند حدیث میں بظاہر اضطراب کی جو صورت نظر آتی تھی بڑی مہارت سے اس کا ازالہ کیا ہے۔دیکھیے [إرواء الغليل ٢/٣٢٧]

طبرانی وغیرہ میں جو پہلی صف سے نمازی کو کھینچنے کا حکم ہے وہ سنداً ضعیف ہے۔اس میں السری بن اسمٰعیل ضعیف ہے اور قابل قبول متابعت کا فقدان ہے۔مذکورہ راوی کے بارے میں ابن حجر نے ''متروک''،البانی نے '' ضعیف جداً'' کہا ہے۔[إرواء ٢/٣٢٨] نیز یہی حدیث اختلاف الفاظ کے ساتھ حضرت ابوھریرۃؓ ،انسؓ ،مقاتلؒ بن حیان وغیرہ سے مروی ہے۔ابوھریرہؓ کی حدیث میں العبادی نامی راوی ضعیف ہے۔قال ابن حبان: '' لايحتج به'' انسؓ کی سند میں بشر بن ابراہیم ضعیف جداً ہے۔بعض محدثین نے اس کا شمار حدیث وضع کرنے والوں میں کیا ہے۔[ارواء ٢/٢٢٨]

ابوداؤد نے مقاتل بن حیان کی حدیث مرسلاً ذکر کی ہے۔[المراسیل ٣/١٠٥]

شواہد الحدیث:

عن عبد الله بن بدر عن عبد الرحمن بن علي ابن شيبان عن أبيه قال: وفيه " استقبل صلاتك فلاصلاة للذى خلف الصف ''[رواه ابن ماجه باب صلاة الرجل خلف الصف وحده ١٠٠٣، واحمد فى المسند ٤/ ٢٣، والبيهقى٣/١٠٥]

البزار: اس کی سند میں عبداللہ بن بدر غیر معروف (مجہول) راوی ہے۔نیز اس سے روایت لینے والے راوی ملازم بن عمرو اور محمد بن جابر متکلم فیہ ہیں۔جبکہ رفع جہالت کے لیے ثقہ اور مشہور ہونا ضروری ہے۔☆[نصب الراية ٢/٣٩]

امام احمد: حدیث حسن ہے۔ البوصیری: سند صحیح،رجال ثقات ہیں۔[زوائد ابن ماجه ٢/ ٦٩]

☆ **عبد الله بن بدر بن عميرة الحنفى السحيمى** سنن اربعہ کا راوی ہے۔اس کو ابن معین،ابوزرعہ اور عجلی نے ثقہ کہا ہے۔اور ابن حبان نے الثقات میں ذکر کیا ہے۔ابوعبیدہ لغوی نے اسے صاحب شرف قرار دیا ہے۔ابن حجر نے ثقہ کہا ہے۔[تهذيب التهذيب ،تقريب]اگر سند کا راوی کوئی اور ہم نام شخص ہے تو اس کی وضاحت ضرور ہونا چاہیے۔**ملازم بن عمرو** بھی اسی کا پوتا ہے اور **صدوق من الثامنة** [التقريب] ہاں **محمد بن جابر بن سيار بن طارق الحنفى اليمامى** اختلاط کا شکار ہو کر صدوق کے درجے سے گر چکا تھا۔لیکن شہرت کی شرط تو اس میں بھی پوری ہے۔ (ابومحمد)

البانی: اس کی سند صحیح اور راوی ثقات ہیں **کما قاله البوصيري** ۔[ارواء ۲/۲۲۸] ابن سید الناس: تمام راوی معروف ومشہور ہیں۔[نیل الاوطار ۳/۱۹۶] یہ حدیث **''صحيح''** ہے، شواہد کا وجود بھی اس کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔

خلاصہ کلام: جملہ اقوال کا حاصل یہ ہے کہ صف کے پیچھے ''اکیلے'' آدمی کی نماز کو دہرانے کا حکم ہے، وہ حدیث صحیح اور کئی طرق سے ثابت ہے۔ اور جو روایات اگلی صف سے ایک شخص کو کھینچ لانے سے متعلق ہیں، وہ صحیح سند سے ثابت نہیں۔

راوی حدیث: وابصہ بن معبدؓ ان کی کنیت ابوقرصافہ ہے۔ انصار کے قبیلہ اسد بن خزیمہ سے تھے۔ ۹ھ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نمائندہ کی حیثیت سے حاضر ہوئے۔ پھر کوفہ فروکش ہوئے، پھر خیرہ کی طرف چلے گئے۔ آپ نے ۹۰ھ میں مقام رقہ میں وفات پائی۔

احکام ومسائل:

مسئلہ نمبر۱: کیا صف کے پیچھے ''اکیلے'' آدمی کی نماز درست ہے؟

نماز کے لیے صف بندی کا اہتمام کرنا، صفوں کی درستی اور تکمیل پر توجہ دینا اتمام نماز کا حصہ ہے۔ پس باجماعت نماز میں بلا عذر صف کے پیچھے اکیلا کھڑا نہیں ہونا چاہیے۔

بالفرض کوئی شخص اس طرح نماز پڑھ لے تو اس کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ اس بارے میں سلف کا اختلاف ہے:

{ا} جمہور فقہاء مالکیہ، حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک نماز درست ہے، لیکن بلا عذر ایسا کرنا ''مکروہ ہے''۔ جب اگلی صف میں خالی جگہ میسر نہ ہو یا کوئی عذر پہلی صف میں داخل ہونے سے مانع ہو تو ایسے منفرد کی نماز بلا کراہت جائز ہے۔

دلائل: ۱۔ ایک بار حضرت ابوبکرہؓ مسجد میں اس وقت داخل ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع میں تھے، تو وہ وہیں سے تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے گئے اور اسی حالت میں چلتے ہوئے صف سے آملے۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: **''زادك الله حرصاً ولا تعد''** ''اللہ تعالیٰ تمہاری نماز میں شامل ہونے کی حرص کو بڑھائے، آئندہ ایسا نہ کرنا۔ (نماز نہ لوٹانا) [البخاری] **وجہ استدلال:** اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ منفرد کی نماز صف کے پیچھے جائز ہے۔ کیونکہ ابوبکرہؓ نے اپنی نماز کا آغاز صف میں شامل ہونے سے پہلے ہی کر لیا تھا، مگر نبی ﷺ نے ان کو نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ آپ ﷺ نے صف کے پیچھے اس کی اقتدا کو جائز قرار دیا۔ لیکن اس استدلال کا یوں جواب دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ''**لا تعد**'' عدم صحت پر دلالت کرتا ہے، رہا یہ مسئلہ کہ آپ ﷺ نے اس کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا تو وہ اس

لیے کہ اس وقت وہ اس کا حکم نہیں جانتے تھے اور کسی چیز کا علم نہ ہونا عذر تسلیم کیا جاتا ہے۔

۲۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ "نبی کریم ﷺ نے مجھے اور ایک یتیم کو اپنے پیچھے کھڑا کیا اور ام سلیم ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی۔" [البخاری باب الجماعة والإمامة، الأذان باب المرأة وحدها تكون صفا ح۷۲۷، ۳۸۰، مسلم کتاب المساجد باب جواز الجماعة فی النافلة ح۶۵۸]

وجہ استدلال: ام سلیمؓ کی اقتداء صف کے پیچھے تنہا درست قرار دی گئی۔ جبکہ نماز میں مرد اور عورت دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔

۳۔ جن احادیث میں صف کے پیچھے منفرد کی نماز کو دہرانے کا حکم ہے انہیں استحباب پر محمول کیا گیا ہے۔ اور "**لاصلاة لرجل فرد**" کا مفہوم "**لا صلاة بحضرة الطعام**" کی طرح "نفی کمال" ہے یعنی "**لا صلاة كاملة**" اس قول کے قائلین اپنے نقطہ نظر کی وضاحت میں کہتے ہیں کہ اگر یہاں نفی صحت مقصود ہوتا یا اس سے نماز باطل ہو جاتی تو نبی اکرم ﷺ اس شخص کو صف کے پیچھے نماز پوری کرنے کی مہلت نہ دیتے۔

(فائدہ) حدیث ابی بکرہؓ سے یہ مسئلہ بھی اخذ کیا گیا ہے کہ جس نے امام کے ساتھ رکوع پالیا اس نے رکعت پالی۔

[أ] جمہور، ائمہ اربعہ اور سعودی مجلس افتاء اسی کے قائل ہیں۔ [فتاویٰ اللجنة الدائمة ۶/ ۴۰۴] شیخ البانیؒ اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ [ارواء ۲/ ۲۲۷] شیخ ابن بازؒ نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ [الفتاویٰ الاسلامية ۲/ ۲۳۰] امام الشوکانیؒ نے جمہور کے قول کو کمزور قرار دیا ہے۔ [نیل الاوطار ۲/ ۴۰]

[ب] ابن حزم، صدیق حسن خان اور پاک وھند کے اہلحدیث علماء کی اکثریت رکوع کے ادراک کو رکعت شمار نہیں کرتی۔ ان کے نزدیک رکعت شمار کرنے کے لیے سورہ فاتحہ اور قیام کا حصول ضروری ہے، جبکہ رکوع میں شامل ہونے کی صورت میں سورہ فاتحہ اور قیام کی ادائیگی نہیں ہوتی۔ یہ دونوں فرض ہیں اس لیے نماز نہیں ہوتی۔ [المحلی، الروضة الندية] مزید تفصیل کے لیے دیکھیے [المجموع ۴/۱۱۳، الانصاف ۲/ ۲۲۳، المغنی ۱/ ۳۴۴]

{۲} ابن حزم کی رائے کے مطابق صف کے پیچھے اکیلی عورت کی نماز ہو جاتی ہے، مرد کی نہیں۔ **دلیل:** حضرت انس کی سابقہ حدیث میں ام سلیم کو تنہا صف کے پیچھے کھڑی کرنے کا ذکر ہے۔ مگر اس تخصیص کی کوئی واضح دلیل نہیں ملتی۔ واللہ اعلم

{۳} امام احمد بلا عذر صف کے پیچھے تنہا آدمی کی نماز کو باطل قرار دیتے ہیں۔ حدیث وابصہ بن معبد اور علی بن شیبان اور اس کے ہم معنی احادیث سے استدلال کیا ہے۔ یہی قول نخعی، حسن بن صالح اور حکم وغیرہ سے بھی منقول ہے۔

مسئلہ نمبر:۲ اگلی صف میں خالی جگہ موجود نہ ہو تو کیا کیا جائے: اس مسئلے میں سلف کے درمیان اختلاف ہے:

۱۔ احناف: دریں صورت کسی آنے والے شخص کا انتظار کیا جائے، تاکہ وہ اس کے ساتھ مل کر صف بنا سکے۔ اگر کوئی آنے والا شخص نہ ہو اور مزید انتظار سے رکعت چھوٹ جانے کا خدشہ ہو تو اگلی صف سے کسی ایسے شخص کو کھینچ لے جو صاحب علم اور با اخلاق ہو، تاکہ کسی قسم کی مزاحمت یا غصے کا سامنا کرنا نہ پڑے۔ بصورت دیگر وہ اکیلا ہی صف کے پیچھے کھڑا ہو جائے۔ [بدائع الصنائع ۱/ ٦٨٦، فتح القدير ۱/ ۳۰۹]

۲۔ امام شافعی، عطاء، نخعی: ایسے شخص کو صف کے پیچھے اکیلا کھڑا نہیں ہونا چاہیے، بلکہ وہ صف سے ایک شخص کو کھینچ کر اپنے ساتھ ملائے، جو ان مسائل کو جاننے والا ہو، تاکہ اس سے کوئی فتنہ یا ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے۔

دلیل: عکرمہ ابن عباسؓ سے روایت کرتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''**إذا انتهى احدكم إلى الصف وقد تم فليجذب إليه رجلا**'' [رواه الطبراني في الاوسط] ''تم میں سے کوئی شخص جب صف کی طرف جائے اور وہ پوری ہو چکی ہو تو اسے چاہیے کہ اپنی طرف ایک آدمی کو کھینچ لے جو اس کے پہلو میں کھڑا ہو جائے۔'' لیکن انسؓ کی حدیث اور اس کے ہم معنی احادیث جو حضرت وابصہ، ابوھریرہ، مقاتل بن حیان وغیرہ سے مروی ہیں سب ضعف سے خالی نہیں۔ لہٰذا ان ضعیف حدیثوں سے استدلال لینا درست نہیں۔

اس مسئلے میں متقدی کو انتظار کرنے کا جو فارمولا پیش کیا گیا ہے، درست معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ احادیث میں نماز قائم ہو جانے کے بعد آنے والے شخص کو جس حالت میں امام ہو، اسی حالت میں شامل جماعت ہونے کا حکم ہے۔ واللہ اعلم

۳۔ امام مالک، طبری: اگلی صف میں جگہ نہ ہونے کی صورت میں صف کے پیچھے اکیلا ہی کھڑا ہو جائے۔ اگلی صف سے مقتدی کو کھینچ کر اپنے ساتھ کھڑا کرنے کی زحمت نہ کرے۔ کیونکہ اس حالت میں وہ معذور ہے اور عذر کا وجود بلا کراہت صف کے پیچھے اس کی نماز کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔ [جواهر الإكليل ۱/ ۸۰]

مسئلہ نمبر:۴ اگر مسجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہو، شامل جماعت ہونے کے لیے امام کی جائے قیام سمیت کسی بھی صف میں جگہ نہ ملے تو اس حالت میں چھت، صحن اور تہ خانے میں امام کی اقتداء کرنا بالاجماع جائز ہے۔ مسجد کی چھت اور گیلریاں اس کے تابع ہیں۔ اور تابع کے لیے اصل کا حکم ہوگا۔ یہ حکم اس وقت ہے جب مقتدی پر امام کا حال پوشیدہ نہ رہتا ہو۔ اگر امام اور مقتدی کے درمیان دیوار یا کوئی اور چیز حائل ہو جائے جس سے مقتدی پر امام کا حال مخفی رہے تو امام ابوحنیفہ کے بقول اقتداء جائز نہیں ہوگا۔ اس کے نزدیک صحت اقتداء کے لیے امام اور مقتدی کی جگہوں میں اتحاد ضروری ہے،